قسط ۲

جناب احمد عبداللہ صاحب، کراچی

انقلاب ایران

اسباب و نتائج

مذہب | مذہب کے متعلق ہم یہاں یہ ثابت کریں گے کہ ایران کے لوگوں نے نہ صرف سنّی اسلام قبول کیا تھا بلکہ وہ تقریباً نو سو سال تک سچے سنّی رہے، اس مدت کے دوران انہوں نے سنّی فقہ، دینیات، حدیث اور تفسیر کے تمام پہلوؤں کو تشکیل دیا اور اس کو ترتیب دیا۔ بلاشک یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ سنّی شریعت اور طریقت کی تمام تر وضاحت اور تفسیر زیادہ تر ایرانیوں نے کی ہے۔ جیسا کہ اس سے پیشتر تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ مذکورہ موضوع پر جن مصنفین نے کتابیں قلمبند کی ہیں وہ زیادہ تر ایران کے سنّی مسلمان تھے۔ چونکہ یہ موضوع جذباتی اثرات کا حامل ہے۔ اس لئے میں ایرانیوں کے مذہب کے متعلق حقیقت بیان کرنے کے لئے بیرونی عالموں کے اقتباسات پیش کروں گا۔

"اسلامی تاریخ کے ابتدائی دور میں ایران میں سنّی عقیدے کا دور دورہ رہا۔ فی الحقیقت وہ خراسان تھا۔ جہاں سے دسویں اور گیارھویں صدی عیسوی کے دوران سنّیت کا دینیاتی دفاع کیا گیا۔ ابتدائی صدیوں میں ایران سنّی اسلام کا ایک بڑا مرکز بن گیا تھا جس نے امام بخاریؒ، امام غزالیؒ اور امام فخر الدین رازیؒ جیسے مایہ ناز عالم اور ماہرین دینیات پیدا کئے ہیں۔" (مطالعۂ تاریخ از اے۔ جے ٹوائن بی)

"یہ نظریہ کہ ایران شیعیت کا اصل گہوارہ تھا، بالکل بے بنیاد ہے۔ اور یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جو لوگ زردشتی مذہب چھوڑ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے، انہوں نے عام طور پر شیعہ عقیدے کی بجائے سُنّی عقیدہ اختیار کیا۔ (ایران کی ادبی تاریخ از ای۔ جی۔ براؤن)

"اس کے بہت بعد کے زمانے میں ہلاکو خاں کے جانشینوں نے اسلام کا رافضیانہ تصوّر اختیار نہیں کیا بلکہ اس کا مروجہ سنّی عقیدہ اختیار کیا۔ تاج الدین اوجی جو کہ ایک انتہا پسند شیعہ تھا۔ ایران کے منگول حکمران الجائیتو کو اپنے عقائد میں شامل کرنے کی کوشش کی لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔

"تگودر (احمد) خاں (۱۲۸۲-۴ء) اور غازان خان (۱۲۹۵-۱۳۰۵ء) ایران کے پہلے منگول حکمران تھے۔

جنہوں نے سنّی عقیدے کا اسلام قبول کیا۔ ۱۳۰۱ء میں غازان خان نے حکم دیا تھا کہ تمام بھکشی (منگول پادری) جو ایران میں رہائش رکھتے ہیں، انہیں صدق دل سے اسلام قبول کر لینا چاہیئے یا بصورت دیگر انہیں ملک چھوڑ دینا چاہیئے۔

"صفوی خاندان کے قیام کے وقت جبکہ شیعیت کو ایران کا سرکاری مذہب تسلیم کیا گیا تھا، ایران کے زیادہ تر لوگ سنّی تھے۔" (ای۔جی۔براؤن)

"سولھویں صدی میں صفوی شاہی خاندان کے قیام پر جبکہ شیعیت ایران کا سرکاری مذہب نہیں تھا سنّی عقیدے کے پیروکاروں کی اکثریت تھی۔" (عظیم صوفی کی سرزمین۔ از راجہ اسٹیونز)

"صفوی شاہی خاندان کے بانی شاہ اسمٰعیل نے شیعہ عقیدہ کو ایران کا سرکاری مذہب بنایا اور حکم دیا کہ مشتبہ عقیدہ یا سنّی عقیدے کا رجحان رکھنے والے مشہور بزرگوں کے مقبرے منہدم کر دیئے جائیں۔"

"ایران کا بادشاہ بننے کے بعد ایک سال کے اندر صفوی نے شیعہ اصول دین اپنی رعایا پر نافذ کر دیا۔ حالانکہ اس کے مشیروں نے اسے اس سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ اور کہا کہ لوگوں کی اکثریت سنّی ہے۔ صوفیوں کے متعلق اس نے ہر قسم کی سختی اور ایذا رسانی اختیار کی، جلاوطنی، ملک بدر کرنے، قتل یا سرکاری طور پر سرزنش کے ذریعے انہیں تنگ کیا۔ ان میں سے بہت سوں کو تہہ تیغ کر دیا یا جلا دیا۔ سنیوں کے متعلق اس نے نہایت سنگدلانہ سلوک کیا۔ اس نے ممتاز صوفیوں اور دانشوروں کو بھی نہیں چھوڑا۔ صفوی شاہی خاندان کے تحت علم و فن، ثقافت، شاعری اور صوفیت ایران سے مکمل طور پر رخصت ہو گئے۔"

"شاہ اسمٰعیل کو شیعہ اصولِ دین پھیلانے میں جسے وہ اپنی سلطنت کے طول و عرض میں نافذ کرنا چاہتا تھا، اساتذہ اور کتابوں کی دستیابی میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس نے عرب شیعہ علماء کو دعوت دی جو زیادہ تر بحرین اور شام سے بلائے گئے تھے۔ (مطالعہ تاریخ جلد III اے۔جے ٹوائن بی)

"سولھویں صدی کے آغاز میں ایک نئے شاہی خاندان نے جسے آذربئیجان کے ترک قبیلوں کی حمایت حاصل تھی، ایران فتح کیا، اور زوال پذیر شیعیت کو دوبارہ زندہ کیا۔ اور اسے ایرانی سلطنت کے سرکاری مذہب کی حیثیت سے قائم کیا۔ عثمانیوں، وسطی ایشیا کے ترکوں اور مغلوں کے ساتھ جو سب کے سب سنّی تھے۔ جنگ کے طویل سلسلوں کے دوران شیعیت ایران کے قومی جذبات سے ہم آہنگ ہوگئی۔ ایران اور اس کے ہمسایہ ملکوں کے درمیان اس دوہرے انتشار کے نتائج سب کے لیے سنگین تھے اس چیز نے مسلمان برادری کو دو جداگانہ حصّوں میں تقسیم کر دیا جن کے درمیان کوئی موثر ثقافتی ربط خال خال بلکہ بہت مختصر تھا۔ اس صورت حال نے ایرانیوں کو سیاسی اور مذہبی علیحدگی پر مجبور کر دیا۔ جس نے بالآخر اس کی روحانی اور ثقافتی زندگی کو تہہ دست کر دیا۔ (محمدانزم از پروفیسر ایچ۔اے۔آرگب)

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ شیعہ مذہب کے کسی بھی سلسلہ کی ابتدا ایران میں نہیں ہوئی اور نہ کسی ایرانی نے شیعہ مذہب پھیلانے میں پیشقدمی کی۔ شیعہ مذہب کے بانی تمام تر عرب بالخصوص یمنی تھے۔ مزید برآں کوئی ایرانی شاہی خاندان جس نے ایران کے حصوں پر عباسی دور میں حکومت کی تھی، شیعہ نہیں تھا۔ طاہری، سفاری، زیاری، سامانی۔ یہ سب پکے سنی تھے۔ جہاں تک کہ خاندان بویہ کا تعلق ہے جو کہ شیعہ تھے، انہیں ایران کے لوگوں نے بحیثیت ایرانی قبول نہیں کیا تھا۔ اور انہیں دیلمی کے نام سے پکارتے تھے۔

صفوی اور ان کے ساتھی قزلباش ترکوں کو ایران کے لوگوں کی اکثریت کو شیعیت پر مجبور کرنے کے لئے دو سو سال لگے لیکن پھر بھی آبادی کا ایک طبقہ سنی عقیدے پر قائم رہا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جب نادر شاہ نے جو افشار ترک اور سنی تھا، صفوی خاندان کے زوال کے بعد ۱۷۳۶ء میں ایران پر اپنی حکومت قائم کی تو وہ ایرانیوں کو سنی عقیدہ پر واپس لانا چاہتا تھا۔ اس نے تجویز کی کہ شیعیت کو اہل سنت کے پانچویں مکتبۂ فقہ کا درجہ دینا چاہئے جسے امام جعفرؒ کے نام پر جعفری فقہ کے نام سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔ امام جعفرؒ چھٹے امام تھے جن کا سنی بھی احترام کرتے ہیں۔ مندرجہ ذیل اقتباس سے اس اہم موضوع پر روشنی پڑتی ہے۔

"نادر شاہ نے ایران کا تخت قبول کرنے کے ساتھ معاہدے میں اس بات کی صراحت کر دی تھی کہ ایرانی قوم شیعی رفض کو چھوڑ دے گی جو کہ صفوی شاہی خاندان کے بانی نے رائج کی تھی اور پھر مسلمہ عقیدہ پر واپس آجائے گی۔ اس موضوع پر اپنے فرمان میں نادر شاہ نے لکھا: چونکہ شیعیت کا یہاں دور دورہ رہا ہے، اس لئے یہ سرزمین متواتر بدنظمی کا شکار بنی رہی۔ ہم سب کو سنی بن جانا چاہیے جس سے یہ چیز خود بخود ختم ہو جائے گی۔" (تاریخ ایران از بریگیڈیر جنرل سر پرسی سائکس)

نادر شاہ کا یہ مشورہ اور تنبیہہ بڑی معنی خیز ہے اور موجودہ دور کے حالات میں اس پر کوئی تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

بیرونی طاقتوں کے ہاتھوں استحصال | عربوں اور ایرانیوں کے خوشگوار تعلقات، اسلامی مذہب اور سائنس کی ترقی میں ایران کا حصہ اور ایرانیوں کی نسل اور مذہب کے موضوعات پر اظہار خیال کرنے کے بعد ہم ایران کے حالیہ رونما ہونے والے واقعات کا جائزہ لیں گے۔ مختلف پہلوؤں کا تجزیہ کرنے سے اس بات کا انکشاف ہوتا ہے کہ موجودہ بحران دو خاص محرکات کا نتیجہ ہے۔

ا۔ بیرونی طاقتوں کے ہاتھوں ایران کا غیر محدود اور بیباکانہ استحصال اور ب۔ ایران کو اسلام سے منحرف کر کے اسے لادینی ریاست بنانا۔ ان دونوں مقاصد کے حصول کے لئے شاہ کو آلۂ کار بنایا گیا۔ اس کردار کو شاہ نے بخوشی قبول کیا اور اسے وفاداری سے انجام دیا۔ ہم [illegible] ہم پہلے محرک پر اظہار خیال کریں گے۔

یہ بات عام طور پر لوگوں کے علم میں ہے کہ مغربی طاقتوں کے ہاتھوں مشرق کا استحصال اس وقت سے شروع ہوا جبکہ پندرھویں صدی کے اختتام پر واسکوڈے گاما نے راس امید کے گرد سمندری راستہ دریافت کیا۔ تاریخ کے اس مرحلہ پر یورپ غربت و افلاس اور جہالت کی زندگی بسر کر رہا تھا کیونکہ اس کے پاس محدود وسائل تھے اور ان فنی معلومات کا فقدان تھا جو فوری اقتصادی مشکلات پر قابو پانے کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ابتداً پرتگالی اور ہسپانیوں اور بعد میں انگریز، ولندیزی اور فرانسیسی قوموں نے لوٹ مار اور تاخت و تاراج کی ایک پالیسی مرتب کی کہ جہاں کہیں اور جب کبھی سمندر میں یا ساحلی شہروں پر موقع ملے اس سے فائدہ اٹھائیں چونکہ زیادہ تر افرو ایشیائی ریاستیں بری طاقتیں تھیں، انہوں نے ساحلی علاقوں اور بحری راستوں کے دفاع کو نظر انداز کر دیا تھا جس کے باعث وہ ان نئے مہم آزماؤں کے لئے ایک آسان شکار بن گئیں۔

اس کے نتیجہ میں مشرقی افریقی ساحل سے جاپان تک سمندر کے راستے تجارت غیر محفوظ ہو گئی۔ تجارتی سامان سے لدے ہوئے جہاز لوٹے جانے لگے اور ساحلی شہروں کو انہوں نے اس بیدردی سے لوٹنا شروع کیا کہ وہ ایشیا میں "بحری لٹیرے" کے نام سے مشہور ہو گئے، پندرھویں صدی کے اواخر سے موجودہ دور تک (بیسویں صدی کے اواخر) پانچ صدیوں کے عرصہ میں ان "بحری لٹیروں" کے کردار میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ وہ مشرق کا استحصال بے دھڑک طریقے سے کرتے رہے ہیں۔ البتہ وہ ہر دور میں اپنا روپ بدلتے رہے ہیں۔

موجودہ صدی کے وسط سے بڑی طاقتوں نے سامراجیت کا لبادہ اتار پھینکا ہے۔ اور (صنعتی طور پر) ترقی یافتہ قوموں کا روپ دھار لیا ہے اب وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے فوائد سے پسماندہ مشرق کو مستفید کریں گے اور اسے ایک ترقی پذیر اور خوشحال معاشرے میں تبدیل کر دیں گے۔ اس نئی حکمت عملی کی تفصیلات اس قدر عام ہیں کہ یہاں ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ صرف یہ اشارہ کرنا کافی ہے کہ صنعتی طور پر ترقی یافتہ ملکوں کے ہاتھوں مشرق کا استحصال اپنے نقطۂ عروج پر پہنچنے کے بعد ردعمل کا ہونا ناگزیر تھا۔ جو انتقامی شکل میں بروئے کار آیا ہے۔ ایران میں موجودہ شورش کو اسی سلسلے کی کڑی سمجھنا چاہیئے۔

ایران کی تاریخ بالخصوص ۱۹۰۸ء میں تیل کی دریافت کے بعد سے ایک کمزور قوم کی درد بھری کہانی ہے۔ جو بیکسی کی حالت میں بیرونی لوگوں کے ہاتھوں اپنی دولت کے استحصال کا تماشا دیکھ رہی ہے جس میں اسے صرف معمولی فوائد حاصل ہوتے تھے۔ ایران کی تیل کی صنعت کا مختصر حال جو دلچسپ اور سبق آموز ہے، ہم یہاں بیان کریں گے۔ اس کا پس منظر جاننا ضروری ہے کیونکہ تیل کی آمدنی اور مصرف کی کہانی کا اطلاق نہ صرف ایران پر بلکہ تمام تیل پیدا کرنے والے مسلم ممالک پر ہوتا ہے۔

ایران صدیوں سے آتشکدوں کی سرزمین کی حیثیت سے مشہور رہا ہے۔ انیسویں صدی کے اواخر میں

پتہ چلا کہ یہ آگ زیرِ زمین تیل سے پیدا ہوتی ہے۔ لیکن اس زیرِ زمین دولت کا سراغ لگانے کی کبھی کوشش نہیں کی گئی۔ اس لئے کھدائی کا کام متعدد مقامات پر شروع کیا گیا اور بالآخر مئی ۱۹۰۸ء میں تیل کا ایک بڑا چشمہ صوبہ خوزستان میں مسجد سلیمان کے قریب ایک آتشکدہ کے قریب نکلا۔ اس کے بعد سے ایران کی سیاست پر برطانیہ کا تسلط رہا اور دوسری جنگِ عظیم کے کچھ عرصہ بعد یہ ملک امریکہ کے زیرِ اثر آ گیا۔

مشہور مصنف جان مارلو کے مطابق مشیر الدولہ کی حکومت کا تختہ ایک پُرامن انقلاب کے ذریعے الٹ دیا گیا تھا۔ اس کی ذمہ دار دو شخصیتیں تھیں ایک سید ضیاء الدین طباطبائی، جو برطانیہ کے حامی مشہور تھے اور دوسرے کوسک بریگیڈ کے کمانڈر رضا خان ۱۹۲۳ء میں رضا خان ایران کے وزیرِ اعظم بن گئے۔ ۱۹۲۵ء میں ان کے ایماء پر مجلس نے قاچار خاندان کے آخری حکمران احمد شاہ کو معزول کر دیا۔ اور رضا خان کے شہنشاہ ہونے کا اعلان کیا۔ اس طرح ایک نئے خاندان (پہلوی) نے تخت طاؤس پر قبضہ کر لیا۔ (خلیج فارس از جان مارلو) اس سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ قاچار شاہی خاندان کا تختہ برطانیہ کے حامی عناصر نے الٹا تھا۔

رضا شاہ نے اقتدار پر مکمل قبضہ کرنے کے بعد ایران کے بہت سے نیم خود مختار حکمرانوں کے خلاف جنگ شروع کر دی۔ مثلاً سب سے پہلے انہوں نے عربستان (موجودہ خوزستان) کے شیخ آف محمرہ کا قلع قمع کیا۔ اسی طرح دوسرے علیحدگی پسند گروپوں کے خلاف جنگ کی جو بلوچستان، آذربائیجان، کردستان اور خراسان میں سرگرم عمل تھے۔ اس کے علاوہ ان متعدد قبائلی لیڈروں کے خلاف بھی کاروائی کی جو عام طور پر مرکزی اقتدار کے خلاف تھے۔ جب وہ پورے ایران پر مکمل کنٹرول کرنے میں کامیاب ہو گئے اور بیرونی معاملات میں بھی آزاد حکمت عملی اختیار کر لی تو دوسری جنگ عظیم شروع ہو گئی۔ چونکہ رضا شاہ اتحادی طاقتوں کے احکامات کی پرواہ نہیں کرتے تھے اس لئے ان کو تخت سے دستبردار ہونے پر مجبور کر کے ان کے کمزور بیٹے کو تخت نشین کر دیا گیا۔ اس کے بعد سے شاہ ایران اینگلو امریکی طاقتوں کے ہاتھوں کٹھ پتلی بن کر رہ گیا جو داخلی اور بیرونی دونوں معاملات میں ان کے احکامات پر عمل کرتا تھا۔

ایران کے عوام نے جو فطری صلاحیت کے حامل اور باشعور اور حساس ہیں، شاہ کے کردار کو جلد ہی محسوس کر لیا اور دوسری جنگ عظیم ختم ہونے کے چھ سات سال کے اندر ڈاکٹر محمد مصدق کی قیادت میں علم بغاوت بلند کر دیا۔ یہ پہلا مسلم رہنما تھا جس نے تیل کی صنعت کو قومی ملکیت میں لیا اور تیل پیدا کرنے والے ملکوں کے حقوق کے لئے آواز بلند کی۔

"مصدق نے کامیابی کے ساتھ برطانوی سلطنت کی طاقت کو للکارا اور خلیج فارس میں ڈیڑھ سو سالہ برطانوی بالادستی کے خاتمے کا اعلان کیا۔" (خلیج فارس از جان مارلو)

چونکہ انگریز دوسری جنگ عظیم کے بعد کمزور ہوگئے تھے اور اس نئی صورتحال سے نمٹ نہیں سکتے تھے محب وطن طاقتیں شاہ کا تختہ اُلٹنے میں کامیاب ہوگئیں جسے ملک چھوڑ کر فرار ہونا پڑا۔ اس مرحلہ پر امریکہ نے مداخلت کی اور وہ سی آئی اے اور ایرانی فوج کی مدد سے مصدق کو ہٹانے اور شاہ کو دوبارہ تخت پر متمکن کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ امریکی ہفتہ وار ٹائم، مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۷۸ء کے مطابق ۱۹۵۳ء میں سی آئی اے نے پھر شاہ کو برسر اقتدار کر دیا مصدق کی برطرفی اور شاہ کے اقتدار پر بحالی کا سب سے اہم اثر یہ تھا کہ ایران ناقابلِ تنسیخ طور پر مغربی طاقتوں کا ہمنوا بن گیا۔

۱۹۵۳ء کے اس تلخ تجربہ کے بعد جو امریکیوں کو باشعور ایرانیوں سے حاصل ہوا تھا، انہوں نے کوئی خدشہ مول نہیں لیا۔ امریکہ نے بدنام ساواک کو منظم کرنے میں مدد دی تاکہ محب وطن عناصر کو کچل سکے۔ شاہ کی حفاظت اور سلامتی کو یقینی بنانے کے لئے اس تنظیم کو بے انتہا مستحکم کیا۔ اور اپنی پالیسیوں کو کامیابی سے چلانے کے لئے نوکرشاہی کو مغرب کے حامی عناصر سے بھر دیا۔ انتہا یہ کہ سی آئی اے کے ایک سابق ڈائریکٹر کو سفیر کی حیثیت سے مقرر کیا گیا تاکہ وہ اس ملک میں اپنی گرفت مضبوط کر سکیں۔ اس طرح ایران کو مکمل طور پر ایک محکوم اور حاشیہ بردار ریاست میں تبدیل کر دیا تاکہ اس کا اپنی مرضی کے مطابق استحصال کیا جاسکے۔ اور مغربی تسلط کو چیلنج کرنے کے لئے کسی دوسرے مصدق کو ابھرنے کا موقع نہ ملے۔

گذشتہ ایک ربع صدی (۱۹۵۳-۷۸ء) تک بیرونی طاقتیں ایران کو تیل فراہم کرنے والے ملک کی حیثیت سے اور اپنے اسلحہ اور صنعتی اشیاء کی فروخت کے لئے مارکیٹ کے طور پر استعمال کرتی رہی ہیں اس دوہرے استحصال کی حد کا اندازہ ایران کی تیل کی آمدنی کے اعداد و شمار اور اس کے اخراجات کے اندازے سے ہوتا ہے۔ یہ کہنا درست نہیں کہ تیل پیدا کرنے والے ممالک تیل کی قیمتوں اور اسکی آمدنی پر کوئی کنٹرول رکھتے ہیں۔ بلکہ اصل میں بڑی بڑی تیل کمپنیاں ہیں جو حقیقی طاقت رکھتی ہیں۔ امریکی ہفت روزہ "نیوز ویک" مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۷۴ء کے درج ذیل اقتباس سے اس نکتہ کا ثبوت ملتا ہے۔

"یورپی اور امریکی مفادات تیل کے وسیع سمندروں کو کنٹرول کرتے ہیں جو خلیج فارس میں اور اس کے اردگرد پائے جاتے ہیں۔ وہ اس بات کا فیصلہ کرتے ہیں کہ کتنا اور کہاں تیل نکالا جائے گا۔ اس کے علاوہ یکطرفہ طور پر قیمتوں کا تعین کرتے ہیں۔ یہ تیل کمپنیاں حکومت کی حمایت اور مخالفت میں بھی سرگرم عمل رہی ہیں۔"

ایران کی تیل کی پیداوار اوسطاً ۶۵ لاکھ بیرل یومیہ رہی ہے جس سے چوبیس ہزار ملین ڈالر سے زائد سالانہ آمدنی ہوتی تھی۔ یہ بھاری رقم سمجھدار طریقے سے ایران کے عوام کے بہترین مفاد میں خرچ کرنے کی بجائے منصوبہ کے تحت صنعتی ملکوں کے فائدے کے لئے صرف کی جاتی تھی۔ اخراجات کی خاص مدات جو ذیل میں درج ہیں اس دعوے کو ثابت

کرتی ہیں :

۱۔ مغربی ممالک سے اسلحہ کی خریداری۔ ۲۔ مغربی کمپنیوں کی مشاورتی فیس۔
۳۔ مغربی مشیروں اور فنی ماہرین کی تنخواہیں۔ ۴۔ مغربی ایجنسیوں کو دئے جانے والے بڑے بڑے ٹھیکے۔
۵۔ مشینری اور مشین کے پارٹس کی درآمدات جو زیادہ تر مغرب سے کی جاتی تھیں۔
۶۔ تعمیراتی سامان کی درآمد جو زیادہ تر مغرب سے درآمد کیا جاتا تھا۔
۷۔ اشیائے صرف کی درآمد۔ یہ بھی زیادہ تر مغرب سے کی جاتی تھی۔

مذکورہ مدات پر اخراجات کی حد اور رفتار کا اندازہ اس حقیقت سے کیا جا سکتا ہے کہ ۷۵-۱۹۷۱ء کے درمیان ایران کے دفاعی اخراجات دس گنا بڑھ گئے۔ (اکنامسٹ، لندن مورخہ ۲۸ اگست ۱۹۷۶ء)

ٹائم مورخہ ۴ دسمبر ۱۹۷۸ء کے مطابق : "۱۹۷۶ء تک حکومت ایران تیل کے متوقع منافع پر پہلے ہی تقریباً پچاس ہزار ملین ڈالر قرض لے چکی تھی تاکہ وہ یہ رقم فوجی سامان، بندرگاہ کی توسیع، سڑکوں، ریلویز وغیرہ پر خرچ کر سکے۔

اسی طرح بعض اسکیموں میں کئے جانے والے بھاری اخراجات بھی ناقابل یقین ہیں۔ پچھلے سال فرانس سے آبدوز کشتیوں کی خریداری کے لئے ۱/۲-۳ ہزار ملین ڈالر مختص کئے گئے۔ ٹیلی کمیونیکیشن کے نظام کی تجدید پر اخراجات کا تخمینہ سولہ ہزار ملین ڈالر اور تہران پرشین گلف چھ قطاری سپر ہائی وے اور ریل روڈ کو الیکٹریفیکیشن کے پروگرام پر بیس ہزار ملین ڈالر لاگت کا اندازہ لگایا گیا تھا۔

ٹائم مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۷۸ء کا ایک اور اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔ "امریکہ نے حالیہ سالوں میں شاہ کو نہ صرف دس ہزار ملین ڈالر کی مالیت کا اسلحہ فروخت کیا ہے۔ بلکہ اس نے دو ہزار ملین ڈالر سالانہ سے زیادہ رقم کی خوراک، تعمیراتی سامان اور خدمات فروخت کرتا ہے۔" امریکی آرمز کنٹرول اور تخفیف اسلحہ ایجنسی کے مرتب کردہ اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ "۱۹۷۵ء میں ایران نے امریکہ سے جو اسلحہ درآمد کیا اس کی قیمت عراق، افغانستان، پاکستان، بھارت، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، قطر، عمان، بحرین اور کویت سب نے مل کر جو اسلحہ درآمد کیا اس سے بھی زیادہ ہے۔ سینیٹ فارین ریلیشنز کمیٹی کی ۱۹۷۶ء کی ایک رپورٹ کے مطابق :
"امریکہ دنیا کے تمام ممالک کے مقابلے میں ایران کو زیادہ اسلحہ فروخت کرتا ہے۔ (اسلحہ اور شاہ از بیزلی ایم پرانیتور، فارین پالیسی، موسم گرما ۱۹۷۸ء) ہنری کیسنگر کے الفاظ میں "بیرونی پالیسی کے مجموعی خاکہ میں اسلحہ کی درآمدات کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔"

اس کے علاوہ امریکی تیل کی کمپنیاں ایران کا گیارہ ہزار ملین ڈالر مالیت کا تیل سالانہ بیچتی ہیں اور اس سے منافع

حاصل کرتی ہیں۔ مئی ۱۹۷۵ء میں ایران نے امریکہ سے ایک تجارتی معاہدہ کیا جس کے تحت وہ پندرہ ہزار ملین ڈالر کی مالیت کا امریکی سامان خریدنے کا پابند تھا۔ اس کے متعلق کسنگر نے کہا تھا کہ یہ تاریخ کا سب سے بڑا تجارتی معاہدہ ہوا تھا جس کے تحت امریکہ کو ایران میں جوہری توانائی کے سات کارخانے قائم کرنے تھے۔ ایران میں امریکہ کی ۵۰۰ کمپنیاں کام کر رہی تھیں جن میں ۲۵ ہزار سے زائد امریکی بڑی تنخواہوں پر ملازم تھے جس کے علاوہ امریکہ میں ان کمپنیوں کی آمدنی اور منافع سے ہزاروں لوگ مستفید ہو رہے تھے۔

ایران نہ صرف امریکی اسلحہ اور تجارتی اشیاء کے لئے ایک مارکیٹ کی حیثیت رکھتا تھا۔ بلکہ برطانیہ مغربی جرمنی اور فرانس بھی اپنی ضروریات کے مطابق ایران کی تیل کی آمدنی کو استعمال کرتے تھے تاکہ اپنے توازنِ ادائیگی کو بہتر بنائیں، اپنی اسلحہ کی صنعت کو فروغ دیں، اپنی کمزور فرموں کو مالی سہارا دیں اور جہازرانی بنک کاری اور انشورنس کی خدمات کے ذریعے اپنی آمدنیوں میں اضافہ کریں۔ اس طرح ان کی معیشت کے ہر پہلو کو تقویت حاصل ہو رہی تھی۔

لیکن اس عمل میں ایران کی معیشت پر اس تیز رفتاری سے بوجھ پڑ رہا تھا کہ وہ دم توڑنے لگی۔ افراطِ زر کی شرح پچاس فیصد سالانہ تک بڑھ گئی۔ بندرگاہیں سرگرمیوں کی متحمل نہ ہو سکیں جس سے انشورنس اور جہازرانی کی لاگت زیادہ ہو گئی۔ بدعنوانی اور دولت کی غیر مساوی تقسیم شدید بے اطمینانی کا باعث ہوئی، بیرونی لوگوں کی بھاری تعداد میں آمد نے جنہیں بڑی تنخواہیں دی جاتی تھیں، مکانات کا مسئلہ پیدا کر دیا اس طرح تیل کی دولت سے ایران کے عوام کو کوئی خاطر خواہ فائدہ حاصل ہونے کی بجائے اس نے ملک میں ابتری اور پراگندگی پھیلا دی جس سے متوسط اور نچلے طبقوں کو سخت نقصان پہنچا چنانچہ معیشت کی صورتحال اس مرحلہ پر جا پہنچی کہ ۷۸-۱۹۷۷ء میں ایران اپنے وسائل سے زیادہ خرچ کر رہا تھا۔ اور وہ ایک مقروض ملک کی حیثیت میں تبدیل ہو گیا تھا۔

ان حالات نے ناگزیر طور پر استحصال کرنے والے ملکوں کے خلاف شدید ردعمل پیدا کیا۔ موجودہ جدوجہد کے دوران جو بعض نعرے لگائے جا رہے ہیں وہ اس بحران کے اسباب کی نشاندہی کرتے ہیں۔ نعرے یہ ہیں:

"امریکہ ایران کو اسکی تیل کی دولت سے محروم کر رہا ہے اور روس اسکی گیس کی دولت سے۔"

"بیرونی لوگو! ایران چھوڑ دو یا تباہی کا سامنا کرو۔"

"امریکی شاہ مردہ باد۔"

اسی طرح بنکوں، بیرونی فرموں اور بڑے ہوٹلوں پر حملوں سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ ایرانی عوام استحصال اور اقتصادی دیوالیہ پن کے خلاف کس قدر مشتعل ہو گئے ہیں۔ بدقسمتی سے مغربی پریس انقلاب ایران کے اس پہلو سے چشم پوشی کر رہا ہے اور گمراہ کن اطلاعات دے رہا ہے کہ شاہ ترقی پذیر پروگرام کی وجہ سے اپنی

باقی ص ۴۵ پر

ایک
اچھوتا انداز شکنوں سے بے نیاز
پولیسٹر بلینڈڈ

سینفورائزڈ

فیبرکس

شنگریلا ایس کیو ۷۷۷۷

شرٹنگ کے لئے اعلیٰ بلینڈڈ آئرش لیلن

فلیمنکا ایس کیو ۱۰۰۵

پیما کاٹن اور جرمن پولیسٹر فائبر سے تیار کردہ پولیسٹر لان

کینڈل اسٹار ایس کیو ۱۰۰۸

پولیسٹر کاٹن شرٹنگ

الکازار ایس کیو ۱۰۰۳

پولیسٹر کاٹن شر

نقل سے ہوشیار رہیئے

قابل اعتماد اسٹار فیبرکس ہی خریدیں
جو تمام بڑی دکانوں کے علاوہ مندرجہ ذیل پتہ
پر بھی دستیاب ہے۔

میسرز ایچ سلیمان اینڈ کمپنی
نیو نیم روڈ سراج کلاتھ مارکیٹ کراچی
فون نمبر: ۲۲۹۸۵۸ — ۲۲۶۹۹۶
ٹیلیگرام :- "واصل"

بہترین پاپلین بنانے والے

Star

اسٹار ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
پوسٹ بکس نمبر ۴۴۰۰ کراچی نمبر ۲
ٹیلیفون نمبر ۲۳۸۱۲۱/۲ تار کا پتہ "بلیو اسٹار"

STM-1/78

CCI (Crescent)

Adarts CAR-3/79